© rasailojaraid.com

اسلام کے فلسفہ سیاست کی بنیادیں

(۲)

از ڈاکٹر ماجد علی خاں لکچرر اسلامیات جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

اجتماعی و سیاسی نظام (حکومت) کی ضرورت

۲۔ وراثت صلحاء قرآن کریم نے اسلامی حکومت کی حقیقت کا اظہار وراثت کے لفظ سے بھی کیا ہے۔ قرآن کریم کی رو سے حکومت صلحاء کی میراث ہے یعنی نسل انسانی کے جو افراد صحیح معنی میں نیک کردار اور بہترین صلاحیتوں کے مالک ہیں، اگر وہ دنیا کے کسی حصہ میں موجود ہیں تو زمین کی سلطنت ان کا حق اور وہ ان کی میراث ہے :-

اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ (الانبیاء: ۱۰۵)	"زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے"
اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ ط (الاعراف: ۱۲۸)	"زمین اللہ کی ہے۔ اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے"
وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ کَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَھَا الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْھَا وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ الْحُسْنٰی عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ بِمَا صَبَرُوْا ط (الاعراف: ۱۳۷)	"اور ان کی جگہ ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور بنا کر رکھے گئے تھے، اُس سرزمین کے مشرق و مغرب کا وارث بنا دیا جسے ہم نے برکتوں سے مالا مال کیا تھا۔ اس طرح بنی اسرائیل کے حق میں تیرے رب کا وعدۂ خیر پورا ہوا۔ کیونکہ انہوں نے صبر سے کام لیا تھا"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَاَوْرَثَکُمْ اَرْضَهُمْ وَدِیَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوهَا (الاحزاب ۳۳: ۲۷) "اور اس نے تمکو ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے اموال کا وارث بنادیا اور وہ علاقہ تمہیں دیا جسے تم نے کبھی پامال نہ کیا تھا۔

اوپر نقل کی گئی سورۂ انبیار کی آیت ۱۰۵ کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وارثتِ ارض سے تمام روئے زمین مراد ہے جسکے مالک مسلمان (صالحین) ہوں گے۔ اسی آیت کے ذیل میں علامہ زمخشری قرآن کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ زبورِ داؤد اور قرآن کا نوشتہ یہ ہے کہ روئے زمین سے باغیوں (یعنی اللہ کے نافرمانوں) کے اقتدار کو ختم کردیا جائے گا اور ایماندار انسان اس کے وارث ہوں گے۔ [1]

ابوحیان غرناطی تصریح کرتے ہیں کہ وراثت اسلام کے فرمانبردار انسانوں کی حکومت کا نام ہے۔ یہ وہ ذمہ داری ہے جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو حاصل ہوگی۔

اسی طرح نظریۂ وراثت کی رو سے مسلمان ایک صالح، اصلح اور صلاحیت مند قوم ہیں اور خلافت فی الارض ان کی میراث ہے کیونکہ اللہ کے نزدیک صلاحیت کا معیار اب صرف قرآن اور نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہی ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے اندر صلاحیت پیدا کریں اور عقیدہ وعمل کی درستگی کی فکر کریں تاکہ ان کی وراثت ان کو واپس مل جائے۔ کیونکہ خلافت فی الارض کے ملنے کی حقیقی شرط ایمان وعمل صالح ہیں۔ اللہ کا یہ وعدہ قرونِ اولیٰ میں ایمان اور اعمال صالحہ کی بنیادوں پر پورا ہوا ہے اور آئندہ زمانوں میں بھی انہی بنیادوں پر پورا ہوسکتا ہے۔

۳۔ امانتِ الٰہی نیز اسلام کے نزدیک حکومت اللہ کی ایک امانت ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں ایک مجلس مشاورت کی افتتاحی تقریر میں اس طرح فرمایا۔ "میں نے آپ

---

[1] دیکھئے زمخشری کشاف تفسیر آیت ہذا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لوگوں کو جس غرض کے لئے تکلیف دی ہے وہ اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ آپ کے معاملات (ومسائل) میں امانت کا جو بار مجھ پر ڈالا گیا ہے اسے اٹھانے میں آپ میرے ساتھ شریک ہوں ... [1]

قرآن کریم نے گو لفظ امانت صاف طور پر تو حکومت کے لئے استعمال نہیں کیا ہے۔ لیکن مندرجہ ذیل آیت میں جس امانت کا ذکر ہے اس میں بالواسطہ حکومت بھی آجاتی ہے۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۝ (الاحزاب ۳۳: ۷۲)

"ہم نے اس امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو وہ اسے اٹھانے کے لئے تیار نہ ہوئے اور اس سے ڈر گئے لیکن انسان نے اسے اٹھا لیا۔ بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے"۔

علامہ زمخشری کے نزدیک امانت ایک عظیم القدر سنگین اور گرانبار ذمہ داری ہے۔ امانت سے مراد اطاعت ہے۔ اللہ کے حکم اور امتناعی احکام کی اطاعت۔ [2] اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ دہلوی تحریر کرتے ہیں "امام غزالی اور بیضاوی وغیرہ نے اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ یہاں امانت سے مراد عہدہ تکلیف ہے جو کہ آسمان و زمین کے آگے پیش کیا گیا اور جس کی وجہ سے (خدا کی) اطاعت کرنے سے ثواب اور اس کی معصیت و نافرمانی کرنے سے عذاب ملتا ہے اور یہ کہ ان کے آگے پیش کرنے سے ان کی استعداد و قابلیت کا اندازہ لگانا مراد ہے (کہ وہ اس کو سر انجام دے سکتے ہیں) اور انسان کے اٹھانے سے اس کی لیاقت اور استعداد مراد ہے"۔ [3] آگے چل کر باب سیاستہ الاعوان (حجتہ اللہ البالغہ) میں شاہ صاحب تحریر کرتے ہیں۔

"جبکہ بادشاہ تنہا تمدن کی تمام مصلحتوں کو سر انجام نہیں دے سکتا تو اس کے

---

[1] کتاب الخراج - امام ابو یوسف ص ۲۵ طبع مصری [2] زمخشری، کشاف۔ تفسیر آیت ہذا۔ [3] حجتہ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۲۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لئے ضروری ہے کہ اس کے پاس ہر کام کے معاون ہوں ۔ معاونین کے لئے یہ شرط ہے کہ انمیں امانت کی صفت ہو۔ ۔ ۔ ۔ [1]

مولانا حامد الانصاری غازی اس موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر کرتے ہیں "زید بن اسلم اور جبائی کی تحقیق یہ ہے کہ نظریۂ امانت کا تعلق حکومت کے کارپردازوں سے ہے ۔ امانت یہ ہے کہ حکومت کی ذمہ داری اور عوام کے حقوق کے لئے فرض شناسی کے ساتھ کام کیا جائے اور ان کو مذہب اور قانون کے مطابق پورا کیا جائے ۔

قرآن نے جہاں امانت کی ادائیگی کا حکم دیا ہے وہاں یہ بھی حکم ہے کہ جب تم لوگوں کے درمیان حکومت کے کام کو چلاؤ تو انصاف کو مد نظر رکھو [2] ۔

حدیث اور تاریخی آثار سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ حکومت کی حقیقت کے اظہار میں امانت کا بڑا دخل ہے ۔ حضرت ابو ذرؓ کا بیان ہے کہ میں نے سرور دو عالم سے عرض کیا کہ مجھے بھی حکومت کا کام سپرد کیا جائے ۔ اس کا جواب ملا (انہا امانت) "ابو ذر حکومت امانت ہے" [3] یہ ہر شخص کو نہیں دی جا سکتی ۔ اس کی تائید امیر المومنین حضرت علیؓ کے قول سے بھی ہوتی ہے ۔ وہ فرماتے ہیں "امام کی ذمہ داری یہ ہے کہ خدا کے قانون کے مطابق حکومت کرے ۔ امانت کو ادا کرے ، جب امام اسطرح حکومت کا فرض انجام دے تو عوام کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اس کے حکم کو سنیں اور اطاعت کریں اور جب وہ میدان عمل میں بلائے تو اس کی آواز پر لبیک کہیں ۔"

امیر المومنین فاروق اعظم کا قول ہے ۔ "جو شخص حکومت کی ذمہ داریوں کو مناسب صورت میں تقسیم نہیں کرتا وہ اللہ ، رسول اور مسلمانوں کے حق اور ان کی امانت میں خیانت کرتا ہے ۔" [4]

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۳۳ [2] (اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل)
[3] کتاب الاموال امام ابو عبید قاسم بن سلام ص ۱۰ [4] ایضاً ص ۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علامہ ابن تیمیہؒ اچھی حکومت کے دو ستون قرار دیتے ہیں۔ امانت اور انصاف۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ امانت کا اساسی مفہوم حکومت ہے۔ اور اچھی حکومت کے آئینہ میں امانت ایک موثر عنصر کی طرح کارفرما ہے۔ ۵۱

اوپر نقل کی گئی حضرت ابوذرؓ والی پوری حدیث اس طرح ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا کہ "اے ابوذر! امانت وحکومت ایک امانت الٰہی ہے اور یہ قیامت کے دن حسرت و ندامت کا باعث ہوگی۔ سوائے اس شخص کے جس نے اس کو اس کے حق کے ساتھ قبول کیا اور اس کے تمام حقوق ادا کرتا رہا۔" ۵۲

ایک اور حدیث میں حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب امانت ضائع کی جانے لگے تو اس وقت قیامت کے منتظر رہو"۔ التماس کی گئی یارسول اللہ امانت کے ضائع کرنے سے کیا مراد ہے! فرمایا کہ "جب کسی کام کو نااہل کے سپرد کیا جائے تو اس کے بعد قیامت کا انتظار کرو۔" ۵۳

امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ولایت وحکومت ایک امانت الٰہی ہے جس کا ادا کرنا اس کے موقع و محل میں واجب ہے۔ ۵۴ امام ابن تیمیہؒ نے حکومت کے امانت ہونے کی دلیل میں مندرجہ ذیل آیت بھی پیش کی ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَھْلِھَا وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ ط اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ۝ (النساء: ۵۸)	"مسلمانو! اللہ تعالیٰ تمکو حکم دیتا ہے کہ امانت رکھنے والے جب بھی خواہش کریں تو ان کی امانتیں ان کے حوالے کردیا کرو۔ اور جب لوگوں کے باہمی جھگڑے فیصل کرنے لگو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو

---

۵۱ اسلام کا نظام حکومت صفحہ ۲۵۰-۲۵۱ — ۵۲ صحیح مسلم — ۵۳ صحیح بخاری
۵۴ سیاست الٰہیہ صفحہ ۲۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ تم کو جو نصیحت کرتا ہے وہ تمہارے حق میں بہت
بہتر ہے ۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب کی سنتا اور
سب کو دیکھتا ہے ۔

اس کے بعد وہ تحریر کرتے ہیں کہ "یہ آیت والیانِ حکومت سے متعلق ہے جو اس بات کے مامور ہیں کہ لوگوں کی امانتیں ان کے حوالے کریں اور جب لوگوں کی نزاعوں کا فیصلہ کریں تو عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں" ۔ سلہ

امام ابن تیمیہؒ مزید تحریر کرتے ہیں "یاد رہے کہ ادا ر امانات کی دو قسمیں ہیں ۔ امانت فی الولایات ۔ اور امانت فی الاموال ۔ اور یہ درج ہوئی آیت امانت فی الولایات سے متعلق ہے اور یہی اس کی شانِ نزول ہے ۔ جب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو آپ نے قبیلہ بنو شیبہ کے سردار عثمان بن طلحہؓ سے کعبۂ معلّی کی کنجی طلب فرمائی اور اس میں داخل ہو کر نماز پڑھی ۔ جب آپ باہر آئے تو آپ کے عم محترم حضرت عباسؓ بن عبد المطلب عرض پیرا ہوئے ۔ یا رسول اللہ حاجیوں کو پانی پلانے کا انتظام میرے سپرد ہے اگر کعبۂ معلّی کی پاسبانی بھی مجھے تفویض ہوا در بنو شیبہ کی بجائے میں کعبۂ معلّی کا کلید بردار بنا دیا جاؤں تو بڑی عنایت ہوگی ۔ اس وقت مندرجہ صدر آیت یعنی مسلمانو! اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ لوگوں کی امانتیں اُن کو واپس کر دیا کرو" نازل ہوئی اور آپؐ نے بیت اللہ کی کنجیاں عثمان بن طلحہ رئیس بنو شیبہ کو دے دیں ۔ پس مسلمان ولی الامر (یعنی حاکم) پر واجب ہے کہ اعمال مسلمین ہی سے ہر عمل پر ایسے شخص کو عامل بنائے جو مسلمانوں میں سے سب سے زیادہ اس کا اہل ہو ۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے کسی کا کام والی ہوا اور اس نے یہ جانتے ہوئے کہ ایسا شخص بھی میسر ہو سکتا ہے جو مسلمانوں کے حق میں اس سے بہتر ہو سکے گا ۔ کسی شخص کو حکومت دے دی تو اس نے

سلہ سیاست الشرعیہ صہ ۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ سے اور اس کے رسول سے اور مومنوں سے خیانت کی۔ اس حدیث کو حاکم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ جس نے کسی کو ایک جماعت پر سردار بنایا اور وہ جانتا ہے کہ اس جماعت میں اس سے بہتر آدمی بھی سرداری کے لائق موجود ہے تو اس نے اللہ سے اس کے رسول سے اور مومنوں سے خیانت کی۔" [1]

بحرحال اس نظریہ کے مطابق حکومت کسی شخص کا ذاتی فعل نہیں تسلیم کی جا سکتی بلکہ وہ ایک خدائی امانت ہے۔ اس کا تحمل کرنے والا ایک برتر ذات کے سامنے جواب دہ اور عوام کے سامنے مسئول ہے۔ اس کا ہر فعل ایک قانونی حق ہے۔ ہر حق کے ماتحت ایک ذمہ داری ہے اور ہر ذمہ داری ایک امانت ہے۔ خدا کی امانت اور جمہوریت کی امانت۔ جب تک حکومت کا امیر اس تصور کے ماتحت اپنے فرائض انجام دے گا وہ اسلامی حکومت کا رئیس متصور ہوگا۔ لیکن جب وہ اس کے خلاف اپنی شخصی رائے سے کام کرے گا تو اسلامی حکومت کا تصور بخلاف اور امانت ختم ہو جائے گا۔

۴۔ تحکیم بالعدل (JUSTICE) حکومت کو نیابتی اور امانت الٰہی تسلیم کرنے کے بعد یہ لازمی نتیجہ ہوگا کہ انسان قوم، رنگ اور نسل وغیرہ کے امتیازات ختم کر دیئے اور عدل کو بنیاد بنائے اس لئے اسلام کے نزدیک حکومت کا ایک بنیادی عنصر عدل ہے۔

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ (النساء ۴: ۵۸)

"اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو تمہارا فیصلہ عدل کے ماتحت ہونا چاہئے۔"

وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ (الشوریٰ ۴۲: ۱۵)

"اور (اے محمدؐ) کہہ دو کہ اللہ نے جو کتاب بھی نازل کی میں اس پر ایمان لایا۔ اور مجھے (یہ حکم (بھی) دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف (عدل) کروں۔"

---

[1] سیاست الٰہیہ صفحہ ۱۳-۱۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى "اور جب کہو انصاف کی کہو خواہ معاملہ اپنے رشتہ دار ہی کا کیوں نہ ہو" (الانعام: ۱۵۲)

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭاِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى "اور کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کردے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو یہی تقویٰ سے زیادہ قریب ہے" (المائدۃ: ۸)

اسلامی حکومت میں عدل وہ بنیادی چیز ہے جس کے مقابلہ میں کوئی رعایت نہیں کی جاسکتی سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی تاریخ کا عصر اول (یعنی خلفائے راشدین کا دور خلافت) اس بات کا گواہ ہے کہ عدل کے مقابلہ میں مذہب کی بھی رعایت نہیں کی گئی۔

عبداللہ بن ابی حدرد اسلمیؓ سے روایت ہے کہ ان پر کسی یہودی کے چار درہم تھے۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا "اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے ان پر (یعنی عبداللہ بن ابی حدردؓ پر) چار درہم ہیں اور انہوں نے میرے اوپر غلبہ پالیا ہے" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت عبداللہ بن ابی حدردؓ سے) فرمایا۔ "اس کو اس کا حق دے دو۔ میں نے عرض کیا "جس نے آپؐ کو حق پر مبعوث فرمایا میں اس کی مقدرت نہیں رکھتا" آپؐ نے دوبارہ یہی فرمایا" اس کو اس کا حق دیدو" حضرت عبداللہ نے پھر عرض کیا۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھے اس کی (ادائگی کی) مقدرت نہیں ہے۔ میں نے ان سے (یعنی اس یہودی سے) کہا ہے کہ آپؐ ہمیں خیبر روانہ کریں گے۔ مجھے امید ہے کہ ہمیں وہاں کچھ غنیمت حاصل ہوجائے گی۔ بس (وہاں سے) واپس آکر میں ان کا قرض ادا کردوں گا" لیکن آپؐ نے تیسری دفعہ پھر فرمایا" اس کو اس کا حق دے دو" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قاعدہ تھا کہ جب آپ کسی کام کے لئے تین دفعہ فرمادیتے تھے تو پھر اسکو واپس نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

NEW DELHI-11

لیتے تھے۔ چنانچہ [illegible] رضؓ بازار گئے ان کے سر پر ایک عمامہ اور ایک چادر تھی انہوں نے چادر کو چار درہموں میں فروخت کیا۔ اور یہودی کا قرضہ ادا کیا۔ ۱؎

حضرت عائشہ رضؓ کہتی ہیں کہ قریش ایک مخزومی عورت کے معاملہ میں بہت فکرمند تھے جس نے چوری کی تھی (اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تھا) قریش نے کہا کہ کون اس کی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (سفارش کی) بات چیت کرے گا بعض لوگوں نے کہا اسامہ بن زید رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب ہیں اگر کچھ کہہ سکتے ہیں تو وہی کہہ سکتے ہیں۔ چنانچہ اسامہ بن زید رضؓ نے آپؐ سے اس کا ذکر کیا آپؐ نے فرمایا تو خدا کی حدود میں سفارش کرتا ہے۔ یہ کہہ کر آپؐ کھڑے ہوگئے اور لوگوں کے سامنے خطبہ دیا۔ جس میں فرمایا تم سے پہلی امتیں اس لئے ہلاک ہوئی ہیں کہ ان میں سے جب کوئی شریف آدمی چوری کرتا تھا تو اس کو سزا دیتے تھے۔ قسم ہے خدا کی اگر فاطمہ رضؓ محمدؐ کی بیٹی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دونگا۔" ۲؎

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عادل و منصف حاکم خدا کے ہاں نور کے ممبروں پر اندر خدا کے داہنے ہاتھ پر ہوں گے اور خدا کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں۔ ہاں وہ عادل حاکم جو اپنے احکام میں اپنے اہل میں اور اپنی ولایت و حکومت میں عدل کرتے ہیں۔ ۳؎ ظالم حاکم کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے " جو حاکم مسلمانوں کی سرداری کو اپنے ہاتھ میں لے اور اس حالت میں مرے کہ خائن و ظالم ہو تو خداوند تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا (یعنی وہ جنت میں نہیں جائے گا)" ۴؎ اس سلسلہ میں بکثرت احادیث اور آثار وارد ہوئے جن کو طوالت کی وجہ سے تحریر نہیں کیا جا رہا ہے۔

۱؎ کنز العمال ج ۳ ص ۱۸۱ الاصابۃ ج ۲ ص ۲۹۵ کذا فی الحیاۃ الصحابہ رضؓ لمحمد یوسف الکاندھلوی ج ۲ ص ۱۹۱-۱۸

۲؎ بخاری و مسلم کذا فی المشکوٰۃ۔ ۳؎ مسلم کذا فی المشکوٰۃ ۴؎ بخاری و مسلم کذا فی المشکوٰۃ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلام میں عدل کا مطلب یہ ہے کہ قانونِ الٰہی (یعنی قرآن وسنت کے احکامات) سب کے لئے یکساں ہیں اور اس کو مملکت کے ادنیٰ شخص سے لیکر اعلیٰ شخص (بمع سربراہ) سب پر یکساں نافذ ہونا چاہیئے۔ قانون الٰہی میں کسی بھی شخص کے لئے کسی امتیازی سلوک یا رعایت کی گنجائش نہیں ہے۔ کسی کے حق کی ادائیگی میں کسی قسم کا تعصب یا عصبیت آڑے نہیں آنا چاہیئے۔ انصاف کی نظر میں سب انسان برابر ہیں۔ باعتبار انسان سب کے حقوق یکساں ہیں۔ قانون الٰہی اور اس کی ہمہ گیری سے خواص تو کیا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مستثنیٰ نہیں ہیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ بیان فرمایا تے ہیں۔

رائیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یُقید من نفسہ۔ (بخاری و مسلم)

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اپنی ذات سے بدلہ لیتے دیکھا ہے۔"

غرض اسلام ایک ایسے ہمہ گیر عدل کی دعوت دیتا ہے جو تمام انسانوں کے لئے یکساں ہے۔ وہ سیاستِ شرعیہ (یا دینی حکومت) کی بنیاد عدل پر رکھتا ہے اور اسکو حکومت کا ایک بہت ہی اہم بنیادی عنصر قرار دیتا ہے۔

مساوات (Equality)

جس حکومت کی بنیاد اللہ کی حاکمیت اور اس کی وحدانیت کے عقیدے پر ہوگی۔ اور جس میں انسان کی حیثیت اللہ کے عبد اور اس کے خلیفہ کی ہوگی اس میں مساوات کو بنیادی اہمیت حاصل ہوگی۔ شریعت جس کی بنیاد پر دینی حکومت قائم ہوگی) کا اطلاق ہر فرد پر یکساں ہوگا۔ قوم و نسل، رنگ و زبان اور دیگر تنگ نظر۔ نظریات کی بنیادیں ختم ہوں گی۔ کسی بھی گروہ، طبقہ یا جماعت کو دینی حکومت میں امتیازی حیثیت حاصل نہیں ہوتی۔ سیاست شرعیہ کے پیش نظر نسل و قوم کی حیثیت صرف یہ ہوتی ہے کہ وہ تعارف حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہیں

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ

"اے انسانو! ہم نے تم کو بنایا ایک مرد اور ایک عورت سے اور بنائیں۔ تمہاری ذاتیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لِتَعَارَفُوا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ (الحجرات : ۱۳) اور قبیلے تاکہ تم آپس میں تعارف حاصل کرو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا:-

یاایها الناس الا ان ربکم واحد لا فضل لعربی علی عجمی، ولا لعجمی علی عربی، ولا لاسود علی احمر، ولا لاحمر علی اسود الا بالتقوی۔[1]

"اے انسانوں! تمہارا رب ایک ہے۔ عربی کو عجمی پر یا عجمی کو عربی پر۔ اور کالے کو گورے پر یا گورے پر کالے کو کوئی فضیلت نہیں ہے مگر تقوٰی کی بنیاد پر۔"

نیز آپ نے یہ بھی فرمایا:-

من شہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واستقبل قبلتنا وصلی صلوتنا واکل ذبیحتنا فہو المسلم لہ ما للمسلم وعلیہ ما علی المسلم

"جس نے (اس بات کی) شہادت دی کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہماری نماز پڑھی۔ اور ہمارا ذبیحہ کھایا وہ مسلمان ہے۔ اس کے حقوق بھی وہی ہیں جو (ایک) مسلمان کے ہیں اور اس کے اوپر فرائض بھی وہی ہیں جو (ایک) مسلمان کے فرائض ہیں۔"

اوپر نقل کی گئی آیت قرآنی اور احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ اسلامی معاشرہ میں امتیاز کی صرف ایک ہی بنیاد ہے اور وہ تقوٰی ہے۔ اسلام میں کوئی رعایتی طبقہ (Privileged class) نہیں ہے۔ شہری حقوق میں اور قانون کی نگاہ میں تمام انسان اور تمام مسلمان برابر ہیں۔ کسی بھی طبقہ سے تعلق رکھنے والا کوئی بھی شخص قانون کی

---

[1] تفسیر روح المعانی بحوالہ بیہقی وابن مردویہ ج ۲۶ ص۱۴۳ - ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خلاف ورزی کرے گا تو اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا۔ جو ایک آدمی طبقہ کے کسی آدمی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

قاضی عیاض نے شفا میں تحریر کیا ہے کہ "تمام انسان کنگھی کے دندانوں کی طرح ہیں" مشکوٰۃ کی ایک روایت کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے وقت یہ دعا کرتے تھے۔ "اے اللہ! تو ہمارا رب ہے اور تمام چیزوں کا رب۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ سب انسان آپس میں بھائی ہیں" ایک اور حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سب مخلوق اللہ کی اولاد کی مانند ہیں۔ اور اللہ کو وہ سب سے زیادہ پسند ہے جو اس کی مخلوق سے سب سے زیادہ مہربانی سے پیش آتے۔" (بیہقی۔ مشکوٰۃ)

قرآن کریم میں ارشاد ہے:۔

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔ (البقرۃ: ۸۳) "لوگوں سے (مہربانی سے) بھلی بات کہو۔"

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام میں انسان کا امتیاز صرف اس کے کردار و عمل کی بنیاد پر ہی ہوتا ہے۔ کسی خاص خاندان میں پیدا ہونے سے یا کسی خاص قوم برادری سے تعلق کی بنیاد پر یا رنگ و نسل کی بنیاد پر کسی امتیازی سلوک کا مستحق نہیں ہوتا۔ (باقی)

بقیہ صفحہ ۱۷

"سیاست شریعت کے موافق ہونا چاہئے" اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ "ما نطق به الشرع" (جس کی شریعت نے صراحت کی ہے) کے مخالف نہ ہو تو صحیح ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ سیاست وہی معتبر ہے جس کی شریعت نے صراحت کی تو غلط ہے اور صحابہ کرام کو غلط ٹھہراتا ہے۔[1] شریعت میں یہ باب کافی وسیع اور نازک ہے اگر اس سے کام نہ لیا جائے تو حقوق ضائع ہوتے ہیں اور اگر زیادہ کام لیا جائے تو ظلم و ستم کا دروازہ کھلتا ہے۔ ایسی صورت میں منضبط کرنے کیلئے قواعد و قوانین مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔ (باقی آئندہ)

[1] ایضاً۔ مزید تفصیل کیلئے راقم کی کتاب احکام شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت" دیکھنا چاہئے۔

© rasailojaraid.com